

# سید علاء الدین امدادی مخدوم کاظمی

## خانہ کعبہ الدکتور

### صالح ابن حمید حفظہ سے ایک انٹرویو

خوبصورت جناب بشیر الانصاری تکمیلی ادارت

۲۲، مارچ کے سانحہ نے جہاں ہماری متاع گرانیا یہ چیزیں لی ہے۔ دہائیں اس نے، بھیں ایسے ذمہ دینے میں بوجو مدتوں مندل نہ ہو سکیں گے۔ یہ سانحہ ہماری تاریخ کا ایسا نکوئے ہجوالناکی میں اپنی مثالی نہیں رکھتا۔ ستم یہ بھی ہے کہ اس سانحہ کو ایک سال کا عرصہ ہوا چاہتا ہے۔ مگر قاتل ابھی تک گرفتار نہیں ہو سکے۔ ادھر ملک میں اجتماعی تحریک زوروں پر تھی اور رمضان کی آمد آمد تھی۔

ظاہر ہے رمضان المبارک میں اجتماعی تحریک کو اسی بھروسہ انداز سے باری رکھنا شکل تھا۔ تاہم اجتماع کا انداز بدلت گی۔ تبیغی جلے، اجتماعی جلوسوں کی صورت اختیار کر گئے۔ انہیں دنوں شہداء الحدیث پر عموماً اور شہید ملت علامہ احمد بن علی فیضیر پر خصوصاً دو پیزیں زیر ترتیب تھیں۔ اولاً ہماری کتاب علامہ فیضیر ایک ہدید۔ ایک تحریک جسے ہم اپنے فاضل دوست جناب قاضی محمد اسلام صاحب سیف فیروز پوری بدیر اعلیٰ مجلس تعلیم الاسلام مامون نکانجن کے اشتراک عمل سے مرتب کر رہے ہیں۔

ثانیاً، ترمذان الحدیث کا یہ شہید ائمہ حدیث فہر۔ انکی تکمیل کیلئے سعودی عرب اور کویت کا سفر ضروری تھا تاکہ شہید ملت کے علمی نقوش سے خصوصی اشائقوں کو مزین کیا جائے۔

چنانچہ ہم نے جناب قاضی صاحب اور مولانا محمد یوسف ضیاء، صاحب امیر جعیت الحدیث فیض گویسراںوالہ سے ادا بیسگی عمرہ کا پروگرام بنایا۔ قاضی صاحب تو سید ہے جدہ پہنچ گئے، راقم الحروف اور مولانا محمد یوسف صاحب ضیاء نے برستہ

کویت، سودی عرب جانے کا فیصلہ کیا۔ پناہ نجہ ہم رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں کویت پہنچے۔ حاجی عبد الغنی صاحب کے ہاں قیام رہا۔ البتہ مولانا عارف جا وید صاحب محمدی، قاری نعیم صادقی صاحب ملک، مولانا محمد بشیر صاحب الطیب، جناب یوسف توفیق، جناب محمد لیف، محمد اسلم صاحب اور دیگر احباب کی رفاقت اور مسافر نوازی کے موسم کی شدت کے باوجود روزے کا احسان تک نہ ہونے دیا۔ یہاں پاہنچ روز قیام رہا۔ مختلف شیوخ سے ملاقاتیں ہوئیں۔ یہاں کے احباب نے بھی حضرت علامہ کی شہادت کو سمجھ دیا۔ اور ہر احسان شخص کو اُس سائنس پر غلبیں پایا۔

کویت کے علمی حلقوں میں حضرت علامہ شہید کی تحقیقی کتابوں اور معرفتی تقاریر کا بڑا شہرہ تھا۔ گھر گھر تقاریر کی کیشیں بڑے ذوق و شوق کے ساتھ سنبھالیں، میں۔ کویت کے سلفی نوجوان حضرت علامہ کی دینی و ملی خدمات کے دلاؤ شیدا ہیں۔ کویت کے اخبارات اور علمی بجراں میں علامہ شہید پر مہمت سے مضامین لکھنے لگئے ہیں۔ اور سچے جائیں گے۔

ہم عید الفطر سے تین روز قبل کویت سے جبڑہ پہنچے۔ اپنے پروگرام کی اطلاع بذریعہ فون دے دی تھی۔ پناہ نجہ عزیزی شاہدہ بشیر، حافظ عبد الحکیم صاحب رئیس کلیئہ البنات ڈیرہ خازنخان اور مولانا محمد شرفی صاحب پنگوانی مدیر مرکز ابن القاسم الاسلامی مدنیان ہواں اٹا پر موجود تھے۔ ایمیگریشن وغیرہ سے نارغ ہو کر احرام باندھا اور شیخ عبد الحکیم کی کام پر مکرمہ روایت ہوئے۔ نماذج ظہرہ حرم شرفی میں ادا کر کے عمرہ کیا۔ اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا جس نے اپنے گھر کی بار بار زیارت کی توفیق نہیں ہے۔ پھر احباب سے ملاقات کر کے سفر کا احسان بھی باقی نہ رہا۔ طائف سے حاجی عبد الحق صاحب، ابہا سے میاں منظور احمد صاحب طاہر، ریاض سے عبد القادر گوندل صاحب اور حافظ عبد الغفران صاحب تشریف لائے ہوئے تھے۔ مکرمہ مکرمہ میں حاجی سراج دین صاحب، مولانا محمد ابراهیم صاحب شادام قصوری، قاری محمد شفیع صاحب، نجم قصوری، مولانا عبد الغفار خاں براہی، ریحان، شیخ محمد لقمان صاحب سلفی، مولانا صدیق احسان صاحب ہزاروی، مولانا محمد حنفی ملتانی صاحب، شیخ عبدالوکیل صاحب کاشمی اور مولانا عبد الرحم صاحب سے خوب ملاقاتیں ہوئیں۔ اور شیخ عبد الحکیم صاحب کے ہاں قیام رہا۔ ہر مجلس میں سائز لاہور اور شہنشاہی الہمندیت کا تذکرہ ہوتا رہا۔ احباب، تیغشی کی صورت تعالیٰ

پر گھری تشویش کا انہمار کرتے رہے۔

عبد القطر، مدینہ منورہ میں اداکرنے کا پروگرام تھا چانچو شیخ عبدالکریم صاحب ہمیں اپنی کار میں مدینہ منورہ سے گئے۔ عزیزی سٹاہ پریش بھی پانچ چور دن بھارے ساتھ ہی رہے اور عبد السلام یعقوب صاحب کے ہال قیام کی۔  
شیخ عبد القادر حبیب اللہ السندھی، الشیخ البر معاذ، ڈاکٹر رہیم صاحب، مولانا فضل طاہزادوی، مولانا شمس الدین صاحب افغانی، مولانا محمد اسلم صاحب حسینی، حافظ محمد اکرم صاحب سندھی، شیخ عبد الرحمن صاحب سندھی اور دیگر احباب سے خوب ملاقاتیں ہیں یہاں نے احباب بھی سانحہ لاہور کے بارے میں بیحمد متفرق رکھتے ۔۔۔ مدینہ یونیورسٹی کے طلبی اور متعدد احباب نے بتایا کہ حضرت علامہ احسان الہی طہریؒ کے جزاہ سے بڑھاڑے اس سے قبل ہم نے نہیں دیکھا۔ پھر جنت البیعی میں امام مالکؓ کے پہلو میں تدفین رہے نصیب کی بات ہے ۔۔۔

یہ رتبہ ملند ملاجس کو مل گیا

بہر مدعی کے داسٹے دار درجن ہیں؟

مدینہ منورہ والپسی پر اپنے کندیش طبلس پر سفر کی۔ اس بار مولانا محمد سمیعیل حابیب علیم رساہیوال، بھی شریک سفر تھے۔ مکرمہ نکرمہ پہنچ کر مختلف شیوخ سے ملاقاتیں کا پروگرام تھا۔ فی الحال امام کعبہ الکتوثر صالح این جمیں اسٹاڈ جامعہ المقری سے ملاقات کے تاثرات پیش کرتے ہیں ۔۔۔ الدکتور صالح ابن حمید حفظہ اللہ سے ہماری دیرینیہ یاد اللہ ہے۔ اسی کران کے والد مرحوم سماحت الشیخ عبد اللہ ابن حمیدؒ ہمارے نہایت ہبہ بزرگ تھے ان کی شفقتوں اور اللہ کے نفل و کرم سے ہمیں متعدد بار صحیح و عمرہ کی سعادتیں نصیب ہئیں۔ مرحوم کی متعدد عمری کتابوں کو ہم نے اردو اور انگریزی میں شائع کی۔ اور انہوں نے ہماری بڑی حوصلہ افزائی فرمائی۔ مرحوم مجلس تقاضہ الاعلیٰ کے رئیس، حہۃ کبار العلماء، مجلس فقہی اور رابط عالم اسلامی کی مجلس تاسیسی کے رکن تھے۔ آپ اشرف الدینی کے بھی رئیس ہے۔ آپ کا صدر دفتر ریاض میں تھا۔ قیام مکرمہ کے دوران آپ حرم میں درس دیتے آپ بڑے محقق، ماہر قانون اور حجیدہ عالم تھے۔ ۱۹۸۲ء میں انکا انتقال ہوا۔ انہیں کے نامور فرزند الدکتور صالح ابن حمید حفظہ اللہ بھی بڑی فاضل شخصیت بہترین خطیب، اور ماہر استاذ ہیں۔ ایک روز صبح دس بجے ان کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے۔ عبد المکریم صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب ضیار، مولانا علی الغفار

صاحب ریحان اور عزیز نکا شناہر بیشتر ہمراه تھے۔ جناب عبدالقدار صاحب ریحان، ترجمان کے فرانسی سر انجام دے رہے تھے۔ علیک سیدک اور مشروبات وغیرہ سے فارغ ہو کر اصل مدعا بیان کیا تو حضرت حلامہ احسان الہی ہمیر کے بارے میں اپنے تأثرات بیان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ شیخ صاحب نے بتایا کہ حضرت علامہ شہید سے ایک بار ہی ملاقات کا منحصر ملا ہے۔ وہ جامعہ المقری میں تشریف لائے اور اساتذہ کی محفل میں ان کی گفتگو سے مختظوظ ہوا تھا البتہ ان کی دو تین کتب میں پڑھنے کا مزدور موقع ملا ہے۔ میرے استفسار پر شیخ صاحب نے فرمایا کہ حضرت علامہ عربی میں اپنے اللہ حکیمانہ اسلوب تحریر کے موجود تھے۔ انہوں نے کسی کا اسلوب نہیں اپنایا ان کی تحریر میں عجیب قسم کا بالکل نہ تھا۔ زبان پر کمال قدرت، انہمار خیال پر مکمل تابور، انداز میں خود اعتمادی، اسلوب میں شفقتی اور پیرائی انہمار میں تازگی تھی۔ عجمی ہونے کے باوصاف ان کے لہجے سے عربیت پہنچتی تھی۔ انہوں نے فرق پر عتنی کتابیں لکھی ہیں ان کے حوالوں پر مکمل اعتماد کیا جا سکت ہے جو کچھ انہوں نے لکھا ہے۔ انہی کی کتابوں کے حوالوں سے بحث ہے۔ اور حوالے نہایت دیانتداری کے ساتھ پیش کیے ہیں علامہ مرحوم بنیادی طور پر خطیب تھے اسیلے ان کی تحریر میں خطابت کا رنگ نمایا ہے ان کے انداز گفتگو، طریق استدلال پر تو گفتگو ہو سکتی ہے مگر ان کے حوالوں، مصادر اور مراجع کو جھٹلا یا نہیں چاہا سکتا۔

— میرے ایک ضمنی سوال پر شیخ صاحب نے فرمایا کہ مولانا ابو الحسن علی ندوی سے علامہ مرحوم کی عربی تحریر میں زیادہ چاہتی ہے۔ جس طرح ان کی خطابت میں ابشار کا بہاؤ اور پیاساڑوں کا جلال تھا۔ اسی طرح انہی تحریر میں جلال بھی ہے اور بجال بھی۔ شیخ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ علامہ مرحوم کی کتابوں پر دکتورہ ہونا چاہیے۔ تاکہ انکی اہمیت و معنویت مزید اجاگر ہو سکے۔

جب میں نے مولانا مودودی اور علامہ مرحوم پر انہمار خیال کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا کہ مولانا مودودی نے خاصی عمر پائی ہے۔ وہ ایک جماعت کے بانی تھے۔ ان کی کتابوں کے عربی میں ترجیح ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس علامہ مرحوم نے بہت تھوڑی کم عمر پائی ہے اور براہ راست عربی میں کتابیں لکھی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے تھوڑی عمر میں بہت زیادہ کام کیا ہے۔ اور انہوں نے حتیٰ کثیر کو خلوص اور سچائی کے ساتھ اہل علم کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور انہوں نے اپنی کتابوں میں معلومات کا بڑا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ باقی ص ۱۳۶۔